



محمد عمری



والکبر کے مشہور و فہم عالم مضامین  
کے ایک نئے بروقت انشاپرواز، بڑا اور فلاسفہ

# ابو الفضل علامی

## سوانح عمری کی

جن کو مولوی غلام ثقلین صاحب نے لکھ کر رسالہ حسن حمید آباد میں

چھپوایا  
اور ایک اشرفی انعام پایا

باجازت نواب عماد نواز جنگ ایڈیٹر رسالہ حسن

امشی فضل الدین لکھنؤ میں شایع ہوئی  
بفراغ  
الکتاب خانہ

# اشستہار

## سوانح عمری رسول اللہ علیہ وسلم

اس کتاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جناب سرمد عالم شافعہ فرزند محبوبہ بنت النضر شامیہ اور عمر بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کے معصومہ حضرت عائشہ صدیقہ کبریٰ کے پاک سوانح و انجانبیت و کتب میں

### الصدیق بنی

یعنی جناب امیر المومنین حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مفصل سوانح عمری اور ان کے عہد خلافت کا تمام حالات مع فتوحات و فتنہ فتوحات اسلام۔ قیمت . . . . . ۸۰

### سیرۃ الفاروق

نفسی برجہ الدین صاحب ایڈیٹر انجاء دہلی صمدی کی تالیف کی جوفی جناب ذی اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری جس میں ان کے بچپن کے زمانہ سے لیکر وفات تک کے تمام حالات مع فتوحات کے جو ان کے زمانہ میں ہوئی ہیں بڑی محنت اور تحقیق سے مرتب کر کے درج کئے گئے ہیں۔ دیا چڑ میں بہت سے علم و تفسیر اشان امور سے نہایت دلچسپ بحث کی گئی۔ یہ کسی مسلمان کو اس بظیر اور وہ انشال اسلامی بزرگ ہیش کے حالات کو شوق سے پڑھنے کے واسطے ترفیہ دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بہت قدردان حالات و محسوسات ہی قدر اس زمانہ مسلمانوں کے واسطے ڈی اور دنیا و دنیا صانع ہیں غرض ہر اسلامی بھی شان و شوکت اور اہل یہ وہ و جلال اور بیقیہ شجاعت اور تہذیب کی تصویریں ہیں جو اس کتاب میں کچھ بھی نئی ہیں۔ قیمت . . . . . ۸۰

### نیرۃ عثمان

جناب امیر المومنین عثمان بن عفان غنیہ سوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مفصل سوانح عمری اور ان کے عہد خلافت کے تمام واقعات مع فتوحات کے قیمت . . . . . ۶۰

### تذکرۃ الحسین علیہ السلام

یعنی جناب ابو عبد اللہ سید الشہداء حسین ابن علی علیہ السلام کی سوانح عمری اور مصائب کربلا کے سچے اور صحیح حالات جو نہایت ہی درد سے لکھے گئے ہیں۔ نہایت خوش خط و معہ قابل یہ قیمت . . . . . ۴۰

### تذکرہ بابر

یعنی جناب امیر المومنین بابر کی سوانح عمری اور اس شان و شوکت کی تذکرہ ہے جو ہندوستان میں نے کیا ان کی شان و شوکت کے اصل و بکر



اور فقیروں سے جو اس زمانہ میں تقدس اور نفس کشی اور زہد کے سبب مشہور تھے ان کی  
 ناگواری اور جو راجہ پوتانہ میں ایک چھوٹا سا قصبہ تھا اس کی ملاقات ایک بزرگ سید  
 بھی گئی تھی۔ اسی صاحبزادہ سے ہوئی جو یہاں ایک شکم برادر اور ان کے بیٹے تھے۔  
 شیخ حضرت پیران کا اثر ایسا تھا کہ وہ اپنے وطن میسٹاں یا اپنے بزرگوں کے وطن عرب  
 جا چکا اور وہ کہتے۔ ایسی سوسائٹی کے چھوٹے کو اس کا دل نہ ہوتا تھا۔ اس لئے سید  
 بھی گئی تھی۔ اسی سے اس نے ناگواری سے قدم لیا۔ یہاں سید نے جو شیخ مبارک  
 پیدا ہوا۔ بچپن میں اس نے اچھی تعلیم پائی۔ یہاں تک کہ ۱۴ برس کی عمر میں اس نے تمام  
 درسی کتابوں کی تحصیل تمام کر لی تھی۔ لیکن یہ سید ہمیشہ اپنے عزیزوں سے دیا کرتا  
 تھا جو میسٹاں میں آباد تھے۔ اس لئے ان کے لئے کہ یہ سید وہاں سے رہتا ہے۔  
 اسے میسٹاں جانا چاہتا تھا۔ یہ سید بھی چاہی تھا۔ اس کا انتقال ہو گیا۔

سید مبارک نے غالباً ناگواری میں انہیں زہد کے ساتھ سمیت بالی۔ انہیں  
 شیخ مبارک کی پیروی کی تھی۔ انہیں یہ عقیدہ تھا۔ اس لئے اس بزرگ سے  
 جہاں گرد و برادر لے کر آیا وہ ظاہر کیا اس زمانہ میں مسلمان کسی قوم سے وسایعت  
 کرنے کو ہرگز نہ قبول کرتے تھے۔ یہی بات ہے۔ سمجھتے تھے اور یہ بات بھی یاد  
 رکھنا چاہئے۔ وہ کچھ زادہ یا نقد و یہ لیدر تھے۔ ان کے لئے یہ بات بھی یاد  
 اور جہاں وہ جاتے تھے پیشہ کار مکان کو ان سے تیار کیا۔ ان کے لئے  
 موجود رہتے تھے۔ لیکن شیخ قیامت نے بالفعل نوبت ان کے لئے اس ایادہ سے باز رکھا  
 شیخ قیامت نے ان کے جانشین شیخ عبداللہ کی وفات کے بعد شیخ مبارک نے  
 ناگزیر قدم باہر نکالا اور احمد آباد کی حالت میں ان کے زمانہ میں ایک عالیشان  
 شہر تھا۔ جہاں تمام ایشیائی مختلف قوموں کے آدمی آباد تھے۔ جہاں کی بیرونی تجارت  
 ہندوستان کے۔ بڑے سے زیادہ تھی اور جس سے شامی عالم اور دنیا میں آدمی ہمیشہ  
 موجود رہتے تھے۔ جو کچھ ہمارے زمانہ میں نہیں ہے۔ اور ملاطین علیہ کے زمانہ میں توت  
 تھا وہی اور جو اس زمانہ میں احمد آباد کو حاصل تھا۔ یہاں اگر شیخ مبارک نے ہر مذہب کے  
 لوگوں سے تعادلت حاصل کیا۔ اور حنفی، شافعی، مالکی، بنی۔ شیعہ ان سب فرقوں کے  
 سرور کے اہمیت پیدا کر کے درجہ و تہاد حاصل کیا۔ یہ جس فرقہ کی جو بات اس نے

عمدہ خیال کی اُس کو اختیار کر لیا یہی بات ہمیشہ اس کی زندگی کا اصول رہی ہے۔ گفتگو کی کتابوں کا وہ اکثر مطالعہ کرتا تھا اور ہمیشہ اُن کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ کیونکہ وہ خود صوفیہ بزرگوں کی اولاد سے تھا اور اُس کی تعلیم و تربیت اسی خیالِ اب کے لوگوں میں ہوئی تھی شیخ محی الدین ابن العربیؒ کی حقائق، شیخ ابن فارسؒ اور شیخ صدائے بن قنوی کی تصانیف زور سے اس کے مضامین ہیں۔ یہ تو بھنیے۔

جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہیں یعنی شیخؒ کے کُحراتِ انجلیہ زمانہ میں وہاں ایران کا ایک بہت بڑا فاضل دارالحدیث تھا۔ یہاں نے اہل علم، سند اور دیگر علم پر کچھ دیا کرتا تھا۔ اس زمانہ میں صاحبِ کرامتِ نبویؐ نے خطبہ لکھا اور اس سے اسرارِ باورس تحقیق طوسی کی تخریج ہوئی۔ بڑی شہرہ اور اس زمانہ میں اس کی محکمہ پر ہوتے تھے یہ موقع مبارک کسے بے زہمت اچھا تھا اور وہ اس زمانہ میں کے اہل علم میں بہت شہرت رکھتا تھا اس سے سُرورِ شہادت تھا۔ اس زمانہ میں وہاں ایک مدرسہ تھا اور اس کے اصول معلوم کیے تھے۔ اس کے خیالات اور بھی وسیع ہو گئے۔ علم کے اس دور میں زحیم کویکر۔ محرم عام ۶۵۵ھ میں ۲۵ سال کی عمر میں وہ آگرہ میں داخل ہوا۔ شہر اس زمانہ میں ہندوستان کا دارالسلطنہ سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ زمانہ ہے۔ جب شیر خاں افغان نے عجیب غریب بافت کہشش اور قوتِ ہمدردی سے ایک معمولی سپاہی کی حالت سے ترقی کر کے ہندوستان سے غلوں کو نکال کر ایک افغانی سلطنت زبردست اور منظم قائم کی تھی۔ شہرِ خیر یا شہرِ مبارک مستقل طور سے آگرہ میں قائم ہو گیا یہاں آہستہ آہستہ اُس نے شہرت حاصل کرنا شروع کی۔ بیشمار آدمی اُس کی ملاقات کو آئے تھے اور بہت سے اُس کے معتقد بھی ہو گئے تھے۔

بہت سے آدمی اُس کے پاس ندریں اور تحفے بھی لاتے تھے۔ لیکن یہ بہت کم لیتا تھا۔ جو لوگ زیادہ اتفاق کے ساتھ لاتے تھے اُن سے اپنی حاجت کے موافق قبول کر لیتا تھا۔

یہاں شیخؒ نے کچھ صوفیوں ہی کی طرح نہ رہتا تھا بلکہ طالب علموں کو اکثر درس بھی دیتا تھا اور اُس کے اُس کی بے تعصبی اور صلح کل خیالات لوگوں میں پھیل جاتے تھے اور وہ اُس زمانہ کے صوفیہ کا ذکر سمجھا جاتا تھا۔ اُس کی شہرت و دنیا کی وجہ سے

شیر شاہ اور سلیم شاہ نے اپنے اپنے عہد میں شیخ سے جاگیر قبول کرنے کی درخواست کی اور اگرچہ  
 اس کی معاش بہت قلیل تھی اور اس نامہ میں علماء اور فقہاء بادشاہوں اور امیروں سے  
 جاگیریں اور دیہات قبول کرنے میں انکار بھی نہ کرتے تھے لیکن شیخ نے شکریہ کے  
 ساتھ انکار کیا۔

۹۶۵ء ہجری بالمشاعر میں جب بالوں دوبارہ ہندوستان میں آیا اور دہلی  
 اور آگرہ پر قبضہ کر لیا تو اس کے ساتھ ایرانی اور عراقی حکم بہت سے آدمی بھی آئے اور  
 ان کے شیخ مترب کی مجلس اور جی کریم ہو گئی۔ یہ لوگ عہد نامہ صاحب دین اور تربیت  
 یافتہ ہوئے۔ یہ و شاہی بقصوت و رزق کا ان کو احساس نہ ہوتا تھا، ان کے لئے  
 سے انعام ہونے سے تعجب نہ ہوئے اور وہ یہودیہ۔ مسیحیہ نے کلمہ ہذا صلیح کل کے  
 خیالات شائع کرنے شروع کئے۔

بہت کامیوں کی وفات پہ کچھ صدیوں سے ہووا۔ اس سے انہوں نے آگرہ  
 پر قبضہ کر لیا تو شیخ اس کے عزمیوں اور اس تبدیل حکومت سے کسی قدر ایذا پہنچی۔  
 لیکن شیخ نے نیکندگی سے یہ بھی کہ اس کی ایذا سے اس سے انت کو امید نہ ہو۔ اس  
 لئے یہیونے پسند قبول آدمیوں کو مقرر خواہی کے لئے شیخ سے پاس بھیجا اور شیخ کی  
 سفارش بہت سے آدمیوں کی جان بانی۔

۹۶۵ھ میں ۱۵۵۳ء سال کی مجلس تخت مملکت پر بیٹھا ہمارا سال تک اس کو کار و  
 سلطنت زیادہ معلق میں تھا اس کی ایسی ہر مغل نام کام نہایت مستعدی اور لیاقت سے سر انجام دیا  
 تھا جس پر دست زریں مژدہ ملی کے بعد کبر پڑھانے اور کامات اثر بانی افسون چنگ اس کے ساتھ ہی  
 لیکن چار ماہ کے ران ملنے اسلام کا کردہ نہایت تعجب تھا اور اگر کی بچہ کوئی کا الزام زیادہ تر  
 انہیں کی روان پر ہے۔ لوگ شیخ تاک لی شہیدہ۔ راتر کے پھیلے سے نہایت  
 جلتے تھے۔ اور اس وقت جبکہ شاہ ہندوستان کی طبیعت پر ان کو پورا اقتدار  
 حاصل تھا انہوں نے اس کے ساتھ اور رہنمائی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں  
 کیا۔ آگرہ کے سب مولوی ہمیشہ سے اس کے دشمن چلے آتے تھے۔ اس کے ایک عہد  
 ہمارا کہ اور اس کے خاندان کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر ڈالیں۔

۹۶۵ھ میں ہندوستان میں ایک عجیب و غریب فرقہ کا بہت پرچار تھا۔ سلیم شاہ

زمانہ میں جب باپوں ہندوستان سے نکلا پھر آگیا۔ شخص یہ سید محمد بن پوری کو اس کے سر پر ہمدی  
موجود رکھتے تھے اور اس کے علم حاصل ورثہ و تعلق۔ چال و چلن کی اس سے زیادہ تعریف کر کے  
بہت سے لوگوں کو متفقہ کر لیتے تھے۔ شیخ عثمانی ایک نیک چلن دار یقیناً جو ان بھی اس فرقہ میں  
بسندہ مدویہ آتے ہیں شامل تھا شیخ مبارک بھی اس نوجوان و نقدت حق ازاد گوشت  
اس کو بہت بھگاتا تھا لیلین وہ باز نہ آتا تھا۔ آخر کار اس شہور مدوی اور شیخ کی ملاقات کے  
سبب سے علماء اس ہمدی کے لئے ہمدی اس میں سلامت سے دشمن تھے  
جانتے تھے جیسے کہ وہ ہر زمانہ میں سمجھ جاتے ہیں۔ ملاؤں سے برسوں پر جسے کرنے شروع  
کئے اور مبارک کو ہمدی دیتی اور دیتے تھے +

یہ وہ زمانہ ہے جب ابہرہ مدوی فرقہ کے آدمیوں کو نادستانی محل میں بٹا کر سنا  
کر آیا تھا۔ اس نے مبارک و یگان بھی بخشیں کرائیں۔ جب مبارک نے ہمدی چوڑے سے  
انکار کیا د علماء کو الزام پر الزام دینے شروع کئے۔ ان کی عدولت کی آواز بھی بھڑک اٹھی سوہ  
اس پر ہمدی اور شیخ کا الزام لگاتے تھے۔ زمانہ میں بادشاہ تو اٹھارہواں میں مصروف  
تھا اور آ کر وہ میں علماء اور مبارک کی بحث و تہار و تنازعے ہونے لگے۔ سب تو پور نے ملک کی  
بڑی ساشی کی و عوام کو اس سے بھی سنا لیا۔ یہ کہہ کر کہ وہ لوگوں کو گارہ کیا ہے بادشاہ  
کہ ایسا بھلا کیا کہ آخر کار شیخ مبارک سے اس میں سے سردار کو اختیار دیا +

بادشاہ سے اجازت پا کر شیخ ابنی جو دم الملک جو اس میں مذہبی گروہ کا  
ہر دار تھا اور جس کو وہی اختیارات حاصل تھے جو فسطاط میں شیخ الامام کو ادبیاں میں  
مجتہد باشی (مجتہد شہابی) کو دیتے ہیں۔ مبارک کے ہر ایک بی شمار گروہ کو بھیجا مبارک  
اور اس کے بیٹوں کو کچھ ملائیں مبارک کے دوستوں اس کو بھی جبردی اس کے لئے بھیجائے  
سے انکار کیا مگر اس کے دوستوں نے اس کو زبردستی وہاں سے نکال کر محفوظ جگہ پر پہنچا  
دیاد جب آدمی اس کے پادریکے لئے اس کے مکان پر پہنچے تو انہیں شیخ دیکھا کہ پرندہ لڑکیا  
تھے۔ اور اس سے انتقام نہیں لے سکتے اس لئے علماء نے پناہ عہد اس کی مسجد کے قریب  
آگیا جس پر وہ آکر غلط کیا کرتا تھا اور اس قہر کو مسما کر دیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ ہمدی میں اچھا  
پہنہ نہ وہ جس میں شیخ مبارک اس کے بیٹوں کی آئینہ عظمت کی بنیاد پڑی +  
آخر شیخ کا اس میں نہایت فوج کی حمایت اور مصیبتیں جھینپی تھیں ایک ایک کی طرف سے



شہنشاہ کی فرمائش پر اس نے اقدار کو خوب یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے سلطنت مغلیہ بلکہ سلطنت اسلامیہ  
 ہند کی آئندہ سوریس کی پالیسی پر بہت بڑا اثر پڑا۔

اب شیخ چوہدری بادشاہی حکم کے خلاف بھاگا تھا اور بادشاہی حکام اس کو ہمیشہ پکڑ  
 سکتے تھے اس لئے اس کو سخت مشکلیں پیش آئیں جس کا وہ میں نے جانتا تھا اور وہاں  
 ایک آدمی بھی مخالف جماعت کا موجود ہونا تھا تو وہاں سے بھاگ کر دو جگہ چلا جاتا تھا اور  
 اسی طرح مصیبتیں جیسے ہوا شیخ سلیم چشتی کے پاس پہنچا جو اس زمانہ میں بادشاہ کا پیر تھا  
 اور جس کی دغا سے جہانگیر پیدا ہوا تھا۔ شیخ نے کچھ زاد سفر دیا۔ کچھ اوقات ہائیں صلاح دی۔  
 وہ فوراً گجرات کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے اپنی زندگی کا عمدہ حصہ یعنی طب لعلی کا زمانہ  
 بسر کیا تھا مرزا زین کوہ نے یہاں اس کے ساتھ عمدہ سلوک کیا بہت خاطر داری کی اور  
 بادشاہ تک سفارش کی۔ مرزا زین کوہ کو کاتے بادشاہ کو کھاکر شیخ مبارک ایک عالم پر میر گاہ  
 آدمی ہے۔ اس کے بیٹے ہوشیار اور لائق ہیں۔ انعام میں اس کو کوئی جاگیر نہیں ملے۔  
 اس کے ستائے اور جگہ جگہ تعاقب کرنے سے کیا حاصل بلکہ عرض بادشاہ نے شیخ مبارک کو پل  
 دربار میں بلایا اور شیخ فیضی بھی جس کی شاعری نے نہرت پانی تھی اس کے ساتھ آیا۔ یہ  
 ملاقات نہایت تپا کے ہوئی اور فیضی بادشاہ کے پاس یہ کیا مہیا کئے اپنے دھڑکے بیٹے ابو الفضل  
 کو جس کی عمر اس وقت میں برس کی تھی دربار میں پیش کرنا مناسب خیال نہیں کیا۔

اب شیخ مبارک آرام سے بیٹھا اور چوبیس برس تک اپنے لائق اور ہونہار میٹوں کی  
 ترقی کو شکر اور خوشی سے دیکھتا رہا۔ وہ ہمیشہ اس کا حکم ملتے تھے اور بڑے بڑے کام بغیر ان کی  
 صلاح اور نصیحت کے نہ کرتے تھے۔ رستہ ہجری میں جبکہ اس کے بیٹے سلامت کے سب  
 اعلیٰ عہدوں پر سرفراز تھے اور وہ ان کا اقتدار اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تھا۔ بموقعہ  
 مکہ یہ عالم نکلا اور بڑا آدمی نہایت اطمینان سے اس جہاں سے گزر گیا۔

مبارک ایک سنجیدہ اور پرہیزگار آدمی تھا گو اس کا باپ سیستان کا باشندہ تھا اور اس کے  
 بزرگ بزرگ تھے لیکن وہ خود ہندوستان میں پیدا ہوا تھا۔ اس لئے عبد القادر بدایونی اور دیگر  
 قادری سوتلوں نے اس کو گاندھی لکھا ہے مگر حقیقت وہ سیستانی ہے۔ یہیں میں اس نے  
 سنی تعلیم پائی تھی۔ اور بڑے ہو کر اس نے ہر مذہب اور علم کے اصول سے واقفیت حاصل کی  
 اور اپنے عقائد کا اظہار کیا۔ اس کے اہل بیت میں سے ایک شخص بھی علم

اور چونکہ ہر فرقہ کے آدمیوں کے تپا کشت ملا تھا اور ان کو کوہنہ کی نگاہ سے گھنٹا تھا  
 اس لئے ہر فرقہ کے متعصب آدمی اس کے ساتھ عداوت رکھتے تھے۔ وہ بہت بڑا عالم بھی تھا  
 اور متقی صوفی بھی۔ جیسا کہ عبدالقادر بدایونی کی تاریخ میں اس کی مسجد کے منبر گرنے سے  
 حال سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ غلط بھی تھا اور طلباء کو مختلف علوم پر درس بھی دیا کرتا تھا۔ اس  
 کا گھر درویشوں اور خدا پرستوں کی خانقاہ تھی جہاں وہ اور اس کے بیٹے اور ستر آدمی  
 اور رہتے تھے۔ ان میں میں عبدالقادر بدایونی بھی رہتا۔ جو ابوالفضل اندلیسی کا سب سے بڑا  
 دشمن ہوا ہے۔ اور جس کا ذکر آئینہ آبشکا۔ یہ ستر آدمی نہایت قناعت اور کفایت شعاری  
 سے، بارگاہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور جن میں سے جو سب کچھ اور میرزا آقا تھا۔ تو  
 گہو ہاں کرکھا بیٹے تھے۔ اور وہ ان ات فقیروں کی طرح خدا کی یاد میں مصروف رہتے  
 تھے۔ ایسی ایسی باتوں سے لوگ اس کی مدح و تحسین کرتے تھے۔ لیکن بعد میں جب  
 اس کا بیٹا ملک الشعراء اور دوسرا دیر سزا ہو گیا تو اس نے عمل کا ان کو اور بھی لفین ہو گیا ہو گا۔  
 مبارک کا نام بھید بھید سے معلوم نہیں۔ اس سے بزرگ کسی طہر پر حنفی  
 کہلاتے تھے۔ اور صوفی تھے۔ وہ جو بھی صوفی۔ مگر اگر اہل حال و قال سے اس کو نفرت تھی۔  
 اور اس حکم صوفیوں کی نہایت کیا را تھا۔ کسی فرقہ سے اس کو عداوت نہ تھا۔ اور چونکہ ایران  
 سے اکثر ملتا رہتا۔ اس لئے اکثر شیعہ ہوئے کا گمان کرنے سے منع نہ ہوا۔ مختل کہتا ہے کہ  
 وہ شیعہ نہیں تھا۔ لیکن اس فرقہ کے اہل سے خوب واقف تھا۔ مگر یہ اور محمد بن کا  
 جو الزام اس پر لگا با گیا ہے بالکل غلط ہے۔ وہ اکثر خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتا  
 تھا۔ جو شخص اس کی زندگی اور نعتی کا ذکر سے معاملہ کر گیا وہ اس کی عجیب و غریب آدمی کی  
 متانت استقلال۔ بے تعصبی اور علمیت سے متحیر ہونے بغیر نہیں رہ سکتا۔

## ابوالفضل کی پیدائش اور بچپن

جن زمانہ میں مبارک مستقل طور سے آگرہ میں مقیم ہو گیا تھا۔ اس کے گھر میں اتوار کی  
 رات ۱۰ محرم ۷۵۷ کو ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام تھا ابوالفضل خطیب کاندھلوی کے  
 نام پر ابوالفضل رکھا گیا۔ یہ مبارک کا پہلا بیٹا نہیں تھا بلکہ اس سے پہلے ۷۵۷ء میں  
 ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام اپنے پر کے نام پر مبارک رکھا گیا تھا۔

جب اس کی عمر پندرہ برس کی ہوئی تو وہ محبوب بنیں کرتا تھا۔ اسے سب آدمی اس کی پرورش کی  
سے محبوب جوتے تھے۔ پانچ برس کی عمر میں بڑا سبب بن گیا اور اس کے آپ شیخ  
سبارک نے جس نے اپنی آئندہ امیدیں انہیں دلوں میں پڑا دیں پر باندھ رکھی تھیں۔ اس کی  
تعلیم شروع کی بیٹا اور باپ دونوں تھابت احتیاط سے اس کی نگرانی کرتے تھے۔ اور علم و کون  
اور بری صحبت سے ہمیشہ بچاتے رہتے تھے۔ اور اس نے کئی حکمرانوں کی کامیابی کی وجہ اپنے  
باپ کی لیاقت اور ماں کی سلامت روی کو بیان کیا ہے چنانچہ ایک دن لکھتا ہے۔  
ابتداء بر ملک بابک نیاز یدیم جو فضل زائد ہم تک رہیم بود ہم بابائے من

ابو الفضل کو بچپن ہی سے اس زمانہ کے طریقہ تعلیم سے نفرت تھی۔ اور جس طریقہ سے  
بچوں کو پرہیزایا جاتا تھا اور جو کتابیں عام استعمال سے ان کی ابتدائی تعلیم کا جزو قرار پاتیں  
تھیں کم عمر ابو الفضل ان کو جی لگا کر نہ پڑھتا تھا۔ اکثر آدمی حوائز ہڑے ہڑے عالم اور  
محقق اور لکھنے والے ہوتے ہیں۔ علم و ادب و درسی کتابوں پر توجہ نہ کرتے تھے۔ ایسا معلوم  
ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی درسی کتابیں تہ تیغ ہوئی جیسا کہ ہمارے کتبوں میں  
کچھ حصہ گذر کر حروف تہجی نے بدھمو و نار شروع کر دیے تھے۔ ان میں کچھ ہی سبب جو  
ابو الفضل زندہ ولی و رشوق سے نہ پڑھتا تھا۔ یہ حال دیکھا تو باپ نے اپنے بیٹے کی تعلیم کیلئے  
اپنے دو بھرت شاذ اختیار کی۔ شیخ مبارک بزرگوار پر جو اسکو پڑھاتا منظور ہوتا تھا ایک سال  
لکھ کر ابو الفضل کو دیتا تھا لیکن اس پر بھی اس نے کوئی معتد بہ ترقی نہیں کی۔ مہربان  
پر اس کے دل میں شک و شبہات پیدا ہوئے تھے۔ زمانہ کا یہ حال تھا کہ جو بات کو رس  
دکشبندی میں ہوتی تھی اس کے خیال میں بہت سے اعتراضات اس پر آتے تھے لیکن  
کم عمری و حیا اور شرم سے کچھ پوچھ نہ سکتا تھا۔ جب سبق پڑھ کر گھر آتا اپنے آپ کو ملا سٹ  
کرتا تھا اور روتا تھا کہ میں کیا پڑھ کر آیا ہوں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اور ہر بات پر اعتراضات  
وارد ہوتے تھے۔ جب استاد سے کوئی سوال کرنے کو ہوتا تھا تو جواب نہ ہوتی تھی اور پکارتے  
لگتے تھے کہ اگر اس کی دوستی ایک ہم عمر سے ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ مدرسہ میں داخل  
ہو کر باقاعدہ محو درسی پڑھنے لگا۔ عرض رفتہ رفتہ تمام درسی کتب میں جن کا پڑھنا اس  
زمانہ میں طالب علم کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اس نے پڑھ لیں۔ بعد چار سالوں میں  
اس کی تعلیم کی ساری تکمیل ہو گئی۔ اس کا چاہئے کہ وہ ہم عمروں و اولیاء کے ساتھ



کتاب میں کوئی شخص نہ ملے گا جس سے یہ کہی ناممکن ہے کہ اس نے ان کے بڑے  
مفسرین اور تلامذہ کے لئے کوئی نیا کتاب کی نثر میں سرور و شہرت کی نظم آج میں حفظ تھی  
اور بہت سے نویسوں کا یہ قول تھا کہ اگر ملین کا کل کلام فوت ہو جائے تو مکالمے اُس کی  
تہم جلد میں اپنے حافظہ سے لکھ سکتا ہے۔ یہی حال ہمارے ابو الفضل کا تھا +

اس کی ہودت اور ذہانت کا یہ حال تھا کہ اکثر قدامت کے کلام اُن کی تصانیف اور  
راویوں پر اعتراض کر بیٹھا تھا اور جیسا کہ دستور ہے لوگ ایک دوسرے کے اور نہ جواہر طابع  
کوڑے آدھوں پر اعتراض کرتے دیکھ کر سننے تھے اور پچھلے ابو الفضل کی ہسی اڑتے  
تھے۔ بعض آدمی خیال کرتے تھے کہ زیادہ بڑھنے سے اُس کے دماغ میں نور ہو گیا ہے  
بعض اس کا سبب ضرور درجہ دل مت تاتے تھے۔ نا تجربہ کامی کے۔ سب سے ایسی ایسی  
باتوں پر ابو الفضل کو نہایت غصہ آتا تھا اور اپنے دل میں پیچیدہ کتاب کھا کر نہ ہوش ہوتا  
تھا۔ اور کبھی کبھی اور طالب علم سے بحت کر کے اُن کو عاجز کر دیتا تھا۔ اس کی تصانیف سے  
علوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اس میں کسی قدر رشوت اور خدو بینی پیدا ہو گئی تھی اور وہ  
اور آدمیوں کے جاہل مطلق خیال کرنا تھا لیکن اس ضعف کا علاج بعد میں شیخ مبارک کر دیا +  
ملا سید لدین تفتاویٰ کی کتاب پر جس کو مجھتا کہتے ہیں مہربان شریف کا ایک حاشیہ  
ہے جس کو میر کہتے ہیں۔ ابو الفضل اس پر بہت اعتراض لیا کہ تصانیف میں کتاب کر اس کے  
ایک صورت نے ان اعتراضات کو قلمبند بھی کر لیا تھا۔ ایک اُن اسی کتاب پر خواجہ  
ابو القاسم کا حاشیہ لگا۔ اس میں لکھا تو بہت سے وہی اعتراضات ہے جو ابو الفضل  
کیا کرتا تھا۔ ایسی ایسی باتوں سے لوگوں کی رائے اس کی نہایت بدلنے لگی اور وہ لوگ  
اور قلمروں سے دیکھنے لگے اور ابو الفضل میں ایک یوقوت اور حُسن و طائب علم کی  
جگہ ایک وہی حد مستعد طالب علم اُن کو نظر آنے لگا +

اس کے حافظہ کا حال یہ تھا کہ طالب علمی کے زمانہ میں جاہل صغیرانی کا حاشیہ  
دیکھتا تھا۔ ایک شخص کے پاس یہی حاشیہ صغیرانی موجود تھا۔ لیکن نصف کے لیا کہ  
سے کیا لیا تھا اور لوگ اُس سے فائدہ اٹھانے سے محروم تھے۔ ابو الفضل نے اس حاشیہ  
کو اپنے ہاتھ سے سیدہ ورن کو الگ کر کے اس کی جگہ کر کے حاشیہ لکھا کہ  
اس شخص نے اس کی اپنی باتوں سے لکھا شروع کیا۔ یہ حاشیہ

کے بعد پہلے تہذیب پوری ہو گئی۔ جب لوگوں نے متعلقہ کیا تو عرفہ و درہ قفقوں میں  
فرق تھا۔ چار نظریات تھے اور باقی سب حرف بہ حرف صحیح تھا۔ اس کے لوگوں کو ہنس  
ہی نہ آتا اور وہ قزاقان ابوالفضل کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

## ابوالفضل کا دربار شاہی میں داخل ہو کر ترقی کرنا

جب ۱۱۹۹ھ میں شیخ مبارک اور اس کے خاندان کی بادشاہ سے واقفیت  
ہو گئی تو ان دونوں بھائیوں نے لئے ترقی کرنے کے واسطے ایک وسیع میدان کھل  
گیا۔ فیضی کو بادشاہ نے اپنے دربار کے شاعروں میں مقرر کیا اور اس نے وہاں شعر بچھ  
اور شاعری میں جو جو کار نمایاں کئے ہیں وہ دنیا پر پوشیدہ نہیں۔ فیضی نے اکبر کے دربار  
میں جہاں ایشیا کے تمام فارسی بولنے والے ملکوں کے بڑے بڑے شاعر موجود تھے۔  
ملک الشعراء کا خطاب اور درجہ پایا۔ اور سنسکرت کے شاعر کا درجہ مسلمانوں پر  
حصول کیا جس سے مسلمان بہت کم مستفید ہوتے تھے اور جو لوگ اس سے واقف تھے وہ  
بھی کوئی بڑی تصنیف چھوڑ کر نکلتے تھے۔ سنسکرت کی بیشمار کتابوں کا ترجمہ فیضی نے  
خود کیا یا ان کو صحیح کیا۔ بعض مصنفوں نے فیضی کی نسبت ایک عجیب حکایت لکھی ہے  
جس کی حقیقت میں اکثر تردید ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بنارس میں ایک پتہ تھا۔ اس میں  
ایک مشہور خانہ فیضی سے سنسکرت کی تحصیل کی کچھ عرصہ کے بعد یہاں اس پر مشقت پر  
کھل گئی اور علم و فضل سے اس نے خود کشی کا ارادہ کیا۔ فیضی نے مشکل سے اپنے استاد  
کو اس پر رحم سے باز رکھا مگر اس شرط پر ہندوؤں کے مقدس ویدوں کا ترجمہ لکھ کر دے۔  
فیضی نے اس شرط کو دیا تدارکی سے پورا کیا۔

۱۱۹۹ھ میں بادشاہ کے دربار میں بڑی شہرت تھی اور سنسکرت کی بڑی بڑی  
کتابوں کا ترجمہ کرنا اس کے سپرد تھا۔ ۱۱۹۹ھ میں اس نے اپنے چھوٹے بھائی ابوالفضل  
کو بادشاہ کے دربار میں پیش کیا۔ اس وقت ابوالفضل کی عمر صرف ۲۴ سال کی تھی اور  
اس کے پاس کچھ لکھنے کی چیزیں تھیں۔ اس کے دربار شاہی میں آنے کے متعلق یہ تھا کہ

ملک الشعراء کا خطاب اور درجہ پایا۔ اور سنسکرت کے شاعر کا درجہ مسلمانوں پر  
حصول کیا جس سے مسلمان بہت کم مستفید ہوتے تھے اور جو لوگ اس سے واقف تھے وہ  
بھی کوئی بڑی تصنیف چھوڑ کر نکلتے تھے۔ سنسکرت کی بیشمار کتابوں کا ترجمہ فیضی نے  
خود کیا یا ان کو صحیح کیا۔ بعض مصنفوں نے فیضی کی نسبت ایک عجیب حکایت لکھی ہے  
جس کی حقیقت میں اکثر تردید ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بنارس میں ایک پتہ تھا۔ اس میں  
ایک مشہور خانہ فیضی سے سنسکرت کی تحصیل کی کچھ عرصہ کے بعد یہاں اس پر مشقت پر  
کھل گئی اور علم و فضل سے اس نے خود کشی کا ارادہ کیا۔ فیضی نے مشکل سے اپنے استاد  
کو اس پر رحم سے باز رکھا مگر اس شرط پر ہندوؤں کے مقدس ویدوں کا ترجمہ لکھ کر دے۔  
فیضی نے اس شرط کو دیا تدارکی سے پورا کیا۔

اس کے علاوہ بیان میں لکھا ہے کہ اس مبارک ابو الفضل جس کے علم و فضل کا  
 شہرہ درخشاں تھا دربار میں گیا اور بادشاہ کی اس پر بہت عنایت ہوئی ۔  
 معلوم ہوتا ہے کہ اس سال ابو الفضل کو کوئی خدمت سنبھالنی پڑی تھی ۔  
 وہ صرف اپنے بھائی فیضی کے یہاں آیا تھا اور اس نے دربار میں اس کی قدر کی  
 تھی ۔ دوسرے سال ابو الفضل پھر اکبر کے دربار میں آیا ۔ اس وقت اس کی بہت  
 شہرت و کثرت کے اطراف و کثافت میں پھیل گئی تھی ۔ اس سال کے واقعات میں بالیونی  
 لکھتا ہے کہ ابو الفضل جس کو اب علامہ کہتے ہیں دوبارہ دربار میں آیا ۔ اس نے تمام  
 جہان میں شہرت حاصل کی اور چراغ دن کو جلایا ۔ اب کی بار ابو الفضل نے آیت الکرسی  
 کی تفسیر جو خود اس نے لکھی تھی پیش کی ۔ اس کا بہت چرچا ہوا اور لوگ اس نوحان  
 شخص کی یہ لیاقت اور شہرت دیکھ کر تعجب کرتے تھے ۔ چنانچہ عبدالقادر بدایونی  
 لکھتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تفسیر اس کے باپ نے لکھی ہے ۔  
 دربار میں آئے ہی اس کی شہرت و فضا تمام ہندوستان میں پھیل گئی ۔ تمام علماء  
 اور ائمہ اس سے حد کرنے لگے اور انہوں نے اس کی ہر تصنیف اور اشاکو مرقہ بتایا اور کہا  
 کہ یہ اس کے باپ مبارک کی تصنیف ہے ۔ دربار کے فضلاء نے جیسے کئے اور اس کو بلا کر  
 بڑے بڑے لیکن مباحثوں سے اس کو اور بھی نقصان پہنچا ۔ سب کو معلوم  
 ہو گیا کہ دربار کے لائق آدمیوں میں ابو الفضل سب سے زیادہ لائق ہے ۔  
 ہر شخص کو جب وہ دنیا میں قدم رکھتا ہے اور اپنی زندگی کی رفتار شروع کرتا ہے  
 لوگوں کے دلوں پر اپنی دیانت اور لیاقت کا سنگ جمانے کے لئے ایک عرصہ درکار ہوتا ہے  
 وہ بہت آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے عہدوں سے ترقی کر کے بڑے بڑے عہدوں پر  
 پہنچتا ہے ۔ لیکن ابو الفضل کی برتری کا ثبوت بہت جلد ہو گیا ۔ اس نے بہت جلد  
 عرصہ میں بادشاہ کے دربار میں بلکہ اس سے بھی زیادہ بادشاہ کے دل میں اپنی عظمت  
 و وقعت قائم کر دی ۔ سب بڑی بات یہ ہے کہ ابو الفضل نے اس قدر شہرت و عظمت  
 اپنی نسبت پر اپنے ہی لیاقت اور ہوشیاری سے حاصل کی وہ ایک حکماء و علماء  
 کا شمار ہے کہ بے کسی کی سعادت کے خود بادشاہ کی خدمت سے ہٹ کر رہتے ہیں  
 لیکن جس آدمی کو خدا و انصاف صرف علم و فضل اور تقویٰ کے لئے سکھائی

سلطنت کے اعلیٰ ترین عہد پر نہ پہنچ سکتا تھا وزارت اور خصوصاً وزیر اعظم کا عہد مسلمانوں میں صرف قلم و فضل کی تخصیص سے ابھی نہ دیا جاتا تھا۔ اور خصوصاً اس عہد میں جس میں ابو الفضل پیدا ہوا تھا۔ اگر جو اس وقت ہندوستان کے تحت سلطنت پر تھا ایسا مشہور بادشاہ۔ اس کے حالات بیان کرنے کی یہاں اتنی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اس کی لیاقت اور خصلت کا مدائنہ کے مفسر اور نگار نے جو حوالہ دیا ہے۔ وہ ایک نیک طبیعت مدد نظر۔ مدول باطن تھا۔ وہ ذہین بھی تھا۔ مگر جاہل۔ بہادر بھی تھا۔ کاپرے سے نہ ڈرتا۔ جولوہی صولیاں اس کے تیار یا تہ نہ ہونیکا نتیجہ تھا۔ چار سال تک وہ یرم خاں کی زنجیر میں رہا۔ جب اس کی ٹہریں نہ خود بخود چھوٹا چلا کر نہ دیا۔ اس کو اپنے امرا اور اس سے ایک عہد میں رہا۔ حاکم لڑائیاں لڑتی پڑیں اس سے وہ چست و جوان رہا۔ وہ قاتل بھی تھا۔ ہنس بھی سب آدمیوں سے زیادہ جلد اثر پڑتا تھا۔ ایک بار اس نے ایک صاحب کھاتہ سے کہا کہ میں تھا جو ہمیشہ غیر قوموں اور غیر مذہبوں کو اور دور۔ نہ تو نے مایہ دل و شائے اپنے ذہن میں نبی اور اعمال حسنہ سے نصیحت کی تھی۔ اس نے بدعت متبعہ میں رہا۔ میں جیتی اور سلیم جیتی کا اعتقاد رکھتا ہوں۔ جب وہ دو گھنٹہ کے گریہ کر کے مر گیا۔ یہ خبر توں کا آخر پر پہنچا۔ اس نے اس سے دو بار نہ باریز اور وزیر معظم نے اس کے لئے علمی لیاقت کا فی ہنس ہر سکتی۔ اگر بیشک عالموں کی قدر کیا جائے۔ یہاں وہ بتانا محبت سے اور تعظیم سے ان کے ساتھ ملتا تھا۔ لیکن ان کا کام سلطنت کے مددگار تھا۔ تصنیف و تہجیر کرنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ ابو الفضل نے آگے بڑھا۔ اس کو دو کوئی یاد معلوم ہوتا ہے کہ وہ بار میں داخل ہوئے تھے اس کا مقصد اس کا ایک خاص بات تھی۔ وہ یہ سمجھ کر وزیر اعظم کے دربار تک پہنچا۔ اس نے اس کی کوستہ میں اس کی جانب ہوتی تھی۔ لیکن یہاں ہندوستان میں اس کے لئے ہر تیار سی۔ مذہبی اور علمی لیاقت بھی زیادہ ایک اور چیز کی ضرورت تھی وہ پرہیزگار۔ یہ بادشاہ ایک غیر زمانہ دلنے والی قوم پر جس کا مذہب معاشرت اور خیالات بالکل عیدہ بلکہ بعض حالتوں میں متضاد ہونے لگے تھے۔ حکومت کرتے تھے ایسی سلطنت کے قیام کے لئے زبردست فوجی طاقت کا ہونا چاہیے تھا جو ہر موقع پر مخالف طاقتوں کو جو اس کے مقابل میں صفت آتا



لیکن ابو الفضل کی تمام عمر گویا ایک کتب خانہ اور خانقاہ میں گزری تھی۔  
 اس کا دماغ کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ خود اپنی نسبت ایک جگہ لکھتا ہے کہ  
 وہ جو چہ خور و شب آورہ ام روز معذورم از نماز و باطنی عبادت۔  
 جسے چوں کا دھول کھا کر مطالعہ کر کے عبادت سے صبح کی ہے۔ اگر میرے دماغ میں  
 تلذذی اور طاوت نہ ہو تو میں معذور ہوں۔ مگر اس کا جسم قدرتا تھا اور وہ بہت وہ  
 جہاں اور باقی محنت کی برداشت کر سکتا ہے۔ اگر کافی محنت اور سعی گوارا کر سکتا تھا  
 میں جس میں انسان کا میاں بھولے وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ سپاہیوں کے بل بوتے ہی  
 وہ فنون جنگ سیکھنے شروع کئے جو اس زمانہ کے محافظانہ عمدہ سمجھے جاتے تھے۔ اور  
 ان کے حاصل کرنے میں اس نے کوئی محنت باقی نہ چھوڑی۔ تلوار، بندوق، تیراکی  
 ہتھیاروں کا استعمال کرنا، گھوڑے پر سوار ہونا اور لمبے لمبے کوچ کرنے کا علمی ہونا۔  
 کھانے اور پینے کی تکلیف برداشت کرنا غرض تمام فن سپاہیوں کے لئے ضروری تھے  
 سیکھے۔ اب اس کی یہ خواہش تھی اگر مجھ کو کسے (طاہر یا دکن کے جنگوں میں) بھیجا جاوے  
 اور دالامی سپہ سالاری اور لیاقت حربی دکھانے کا موقع ملے۔ اور ایسے دن گزر جائیں  
 فتوحات کر سکے۔ اور کار نمایاں دکھانے کے ذریعہ اپنے عہدہ کا استحقاق حاصل کر سکے لیکن  
 اس کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد بغیر کسی سپہ سالاری کے تمام کے مل گیا  
 جس طرح ہے ابو الفضل نے مختلف عہدوں پر ترقی پائی اس کا تعلق بالکل معلوم نہیں  
 غالباً مشائخ جری میں بیٹھے دربار میں داخل ہوئے کے سال بعد جب اس کی عمر ۳۲  
 سال کی تھی وہ ہندوستان میں سب سے زیادہ سوزندہ پایا گیا تھا اور وزراء  
 اس کا درجہ عظیم سے بڑھاتے تھے۔

## ابو الفضل منشی اور مصنف

ابو الفضل منشی اور مصنف کے بارے میں کچھ معلومات ملتی ہیں۔ ان کے تعلق کا نام منشی ہے۔ ان کے تعلق کا نام منشی ہے۔ ان کے تعلق کا نام منشی ہے۔

کے لئے ان کے لئے ایک کتاب لکھی گئی ہے غیر ہمالا کے فاصلے کی لیاقت و خدمت و ماحول کی  
 زبان کی زبانیں تسلیم کرنے کو ایک قومی ہینک سمجھتے ہیں۔ اور ہندوستان کی اس کی عزت  
 بحکماں ہوتی ہے۔ اور وہ فارسی زبان کا ایک مسلم غرضی مانا جاتا ہے۔ ہمالا کی اس کی  
 فارسی زبان ہندوستان میں موجود ہیں وہ ابو الفضل کا لکھا ہوا دیتے ہیں اور اس  
 فارسی زبان پر سب کا زیادہ قادر ہوتے ہیں۔ اس کے رفاقت اور غریبوں میں اس کے  
 ہمالیہ محمد احمد صاحب نے افضل محمد نے ایک بڑی جلد میں جمع کئے ہیں ان کے  
 دفتر میں پر تقسیم کیا ہے۔ پہلے دفتر میں وہ نامے ہیں جو شہنشاہ ہندوستان کی  
 طرف سے آتے۔ تو ان یاد کن کے بادشاہوں اور شرفائے ملک کے نام لکھے گئے  
 ہیں۔ یا بادشاہی فرمان اور سرکلر ہیں جو سلطنت کے تمام صوبہ داروں کے لئے  
 شہزادوں کے پاس روانہ کئے ہیں دوسرے دفتر میں وہ غرضی اور خطیں جو ابو الفضل  
 نے اکیڑا شہزادوں اور اپنے دوستوں کے نام لکھے ہیں۔ اور اسی مجموعہ میں وہ خط ہیں جو  
 ہمایوں، اقبالہندی کے زمانہ میں۔ انکار خجستہ اور عورت کے ظاہر کرنے کے لئے  
 اس کے لئے ایک شہینج مبارک کو لکھے ہیں۔ تیسرے دفتر میں ابو الفضل کے منتخب  
 تصانیف کے قایم۔ کتابوں کے انتخاب ہیں۔ اس کے مخرج احمد ابو الفضل  
 کی رائے۔ اور احمد رضا میں (ایسے) ہیں جن میں لارڈ سیکس کی طرح وہ کسی خلائی  
 مسلم پر اپنی رائے لکھتا ہے۔ اور لوگوں کو نصیحت کرتا ہے۔

فارسی زبان کو دشمنوں سے محفوظ کیا۔ دفتروں کی زبان اور افضل کی زبان بھی عربی  
 کتابیں لکھنا کی ابو الفضل کے طرز پر لکھی گئیں اور لوگوں نے بڑے بڑے آدمیوں  
 کے پراسٹیوٹ خطوط کو جمع کرنا شروع کیا تا ان کے طرز تحریر اور ان کے لکھنے  
 کے عادت خصلت اور خیالات کے طریقہ تک عوم کو لگا ہی ہو۔ جو شخص  
 اُس کے زمانہ کے طرز تمدن معاشرت۔ لطیفہ پیر اور خیالات کی تاریخ لکھنی چاہے۔  
 اُس کو ابو الفضل کے دفتروں سے جیسی مدد مل سکتی ہے ۴

لیکن شاید ابو الفضل سے کئی زیادہ رعایت عالمگیری مقبول ہوئی ہے۔  
 جس میں اس پر دست اور عالی دماغ بادشاہ نے جس کو موتیوں نے اس قدر نام  
 کیا ہے اپنے خیالات نہایت آسان اور سادہ زبان میں بیان کئے ہیں۔ لیکن  
 فارسی بولنے والے اور فارسی لکھنے والے آدمیوں کے رد و اج عام نے رعایت عالمگیری  
 کو مستثنیٰ کئے ہیں۔ ابو الفضل کو مستثنیٰ کئے لئے مقرر آیا ہے۔ جس قدر اور رعایت  
 جمع کئے گئے اور لکھے گئے اگرچہ وہ ان دونوں مجموعوں کے بعد شائع ہونے لگروہ  
 اسطیت ان میں کہاں۔ عذر سے پہلے یہ بات نہایت عام تھی کہ میٹھا ہندو اور  
 مسلمان طالب علم کسی اچھے فارسی دان سے کوئی بیٹھے ہوئے ابو الفضل کا سبق  
 چڑھ رہے ہیں اور اُس کے مشکل اور دقیق لغتوں کے سمجھنے کے لئے بار بار حاشیہ  
 پر بالغت کی کتابوں میں نظر ڈالتے ہیں۔ اگرچہ فارسی زبان اور اس کا اثر ہندوستان  
 سے معدوم ہوتا جاتا ہے اور بہت کچھ معدوم ہو چکا ہے لیکن نابینا بھی بیکڑوں  
 اُمراء اور ہزاروں طلباء صنعت زیادت حاصل کرنے اور دل بہلانے کے لئے  
 ابو الفضل کے دفتر دیکھتے ہیں۔ اور اُس سے عبرت۔ نصیحت۔ اخلاق اور  
 دانائی کا سبق چڑھ سکتے ہیں ۵

## ابو الفضل کا طرز تحریر

ابو الفضل کا کلام بہت دقیق اور مشکل خیال کیدھا ہے اور اُس کے  
 ہر فقرے اور جملے میں استعارہ ہے پھرے ہوئے ہیں۔ تاہم اس کے الفاظ میں  
 ابو الفضل شاید کسی زیادہ عربی الفاظ استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس کے فارسی

[illegible]

تقریباً کل ایران اور ہندوستان میں بہت سے آدمی ہیں جو عربی الفظ فارسی لفظ  
اور دونوں کو ایک ہی استعمال کرنے کو برا سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے  
خالص فارسی یا ہندی کے لفظ مصنف اپنے کلام میں لائیں۔ ایسا ہی انگریزان  
کے بہت سے مصنف اور نثر اُن لفظوں کی لہرت سے استعمال کرنے کی عادت  
کر چکے ہیں جو فارسی یا لاطینی زبان سے لئے گئے ہیں۔ پروفیسر میک کالان نے اپنی  
کتاب میں اس آہٹ کی چند مثالیں نقل کی ہیں جس میں شاید زور شعور سے کہنا چاہیے  
کہ صرف پہلی اور خالص میکسن (اگرچہ فارسی لفظوں کا استعمال کرنا چاہیے) کیونکہ  
ابن سے پہلے انہوں نے اور ہندو معلوم ہوئی ہے اور کلام کا زور دیا جاتا ہے کہ ان  
ہندو عربی لفظوں کی آہٹ ہے، فقط ایسے استعمال کیے ہیں جو لاطینی و عربی  
مکمل ہیں۔



## ابو الفضل کی علمیت

ایشیا میں بہت کم آدمی ایسے ہوئے ہیں جس کو وجودہ اور ہیکچہ سناوئے  
 ان کی ہمت اور تجربہ ظاہر کرنے کے لئے کوئی لقب دیا ہے۔ یہ لقب نہایت مختلف  
 ہوئے تھے اور تقریباً ہر شخص کو اس کے حقدار و حوالی ایک لقب دیتے تھے۔  
 بات عام علماء اور آئندہ سناوئے کے قدر اور انداز پر چھوڑ دیجائی تھی۔ کہ یا وہ  
 لقب کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں۔ خواجہ نصیر الدین کی کوئی تحقیق ہو سی۔ مہارانا  
 اور بہادر من عالی کو علامہ علی اور علامہ بھائی۔ فیروز علی اور غازی کے لئے رازی  
 امام عالی مولوی جبہ عالی کہ بحر العلوم۔ قاضی صاحب الشاہ یہ لقب ہیں  
 جن کو سب سناوئے نے زمانہ میں تسلیم کیا ہے۔ لیکن یہ لقب کہ یا شاہ یا گوشت  
 نے عطانیہ کہنے بلکہ خود قوم نے اور قوم کے پناہوں سے بدل دیے۔ ان  
 تذکرے میں ہیں دران کی عزت اور ہر حصہ ان سے زیادہ ہے۔ کوئی ہر  
 اسی شخص کو دیتی۔ ابو الفضل کی یہی قوم سے عزت کا ساتھ ہے کہ یہ  
 بادشاہ نے نہیں دیا۔ یہ عزت عجیب ہے۔ کہ اس کا جو بڑے میں اس کا  
 صرف ۲۵ سال کی ہی اس کو سب نالیٹاں خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ ابو الفضل  
 سے چار سو سال پہلے سے مسلمان ہندوستان میں تغل علی سے آباد تھے جس  
 ابو الفضل کی عزت اور وقار کے لئے یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ وہ پہلے  
 ہے جس نے ہندوستان میں علامی کا خطاب پایا۔ اور اس سے بعد صرف ان  
 شخص اور جوڑے ہیں جو اس لقب کے لکھارے جاتے ہیں۔ ان سے شاہ  
 جمال کا الیق اور منتظم وزیر سعادت خاں ہے جس کو علامی سندھ خاں کہتے ہیں۔  
 صرف بڑا اور سب سے زیادہ معزز رہا یا۔ ورنہ وہی وہ ہے ہمیں بلکہ خود  
 ذات لیاقت اور اصلی قابلیت کی وجہ سے اس بڑے آدمی کو علامی یا گیا ہے۔ یہ  
 بہت ہوئے ہیں جو ابو الفضل سے زیادہ طاقتور اور بڑے تھے لیکن ان میں کوئی  
 علامی نہیں ہے۔ اس زمانہ میں جس قدر مشہور اور پڑھنے کے لائق کتابیں اس کو  
 دستیاب ہو سکتی تھیں کوئی ایسی نہ تھی جو ابو الفضل کی نظر سے نہ گذری ہو۔

ہر شخص کے کمال میں ہو یا میدان میں یا شاہی کے دربار میں یا بادشاہ کی عداوت  
 میں کوئی دن چھوڑنا تھا کہ ابوالفضل اپنے مطالعہ کے وقت میں سے جی کر کے  
 نیک و نیکو تعلیم کے طالب علم اور یہی بات اس کی اس قدر علمیت کا باعث  
 تھی کہ اس سے حسد کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے جرنیل اور امیر و سب تاسف  
 کرتے تھے کہ اس طالب علم بادشاہ کی اس قدر مہربانی کیوں ہے؟ ہر شخص کو جو  
 عالم ہونا چاہتا ہے اور علم و فضل کے وسیلے سے نام پیدا کرنا چاہتا ہے یہ بات یاد  
 رکھنا چاہئے اور اس پر عمل کرنا چاہئے کہ کوئی شخص پورا عالم نہیں ہو سکتا جب  
 تک کہ بستر مرگ پر بھی وہ طالب علم نہ ہو۔ یہی تمام کامیابی کی جڑ ہے اور یہی کامیابی  
 غیر محدود و آفتاب اور علم کا سبب تھا۔ فیضی کا تمام کتب خانہ ابوالفضل کے لئے  
 کھلا ہوا تھا جس میں ہے اس زبردست شاعر کی وفات پر ۱۰۰۰ جلدیں نکلی  
 تھیں۔ اس زمانہ میں جبکہ چھاپہ خانہ کا ہندوستان میں نام بھی نہ تھا۔ یہ کتابیں  
 چارٹم کی کتب خانوں میں تھیں :-

(۱) - تاریخ عالم اللسان۔ طب۔ انشا۔ اور علم ادب کی الماری +

(۲) - نظم و نثر۔ علم موسیقی +

(۳) - فلسفہ۔ تصوف۔ ریاضی۔ اور نجوم +

(۴) - تفسیر۔ فقہ۔ حدیث۔ اصول +

اس کی بیعت ایشیائی کے مصنفین نے نہیں بلکہ یورپ کے مصنفین نے  
 نہایت تعریف لکھی ہے۔ سر وکیم جو ترجمانوں نے اپنی ساری عمر عربی اور سنسکرت  
 کی تحصیل میں صرف کی لکھتے ہیں کہ ابوالفضل ایک عالم اور عمدہ مصنف تھا۔  
 اور یورپ کے ادواروں نے کسی قدر مبالغہ سے لکھا ہے کہ ایشیا میں جتنے  
 مصنف ہوئے ہیں ابوالفضل سب سے عمدہ تھا۔

اس کا قلم بے حد تیز و چابکداز تھا۔ جب کسی کتاب کو اول سے آخر تک دیکھ چکا تھا تو اس کے  
 آخر میں اس کے بارے میں اس وقت اس کی طبیعت کی حالت بتاتی تھی کہ وہ کیا  
 حال میں تھا۔ اگر کتاب اس کے خاتمے کے بعد ہی لکھی گئی ہو تو اس کے  
 آخر میں اس کے بارے میں اس وقت اس کی طبیعت کی حالت بتاتی تھی کہ وہ کیا







حال میں بیچ رہے تھے۔ یہ ایک برکات کا سال تھا۔ اور اس میں مختصر طور سے اُس نے  
 ہندوستان کی پہلی تاریخ کا حال بھی بیان کیا ہے۔ آج کے عہد کی بات سے پہلے اور اس کے  
 بعد کی بہت سی تاریخیں لکھی گئی ہیں لیکن بس تفصیل اور تشریح سے آگے بڑھنا ان کے  
 لئے بیان کیا ہے۔ ایسا مولانا احمد کی تاریخ الفی میں نے عبد القادر بابا کی منتخب السوانح  
 میں نہ غامقی غمان کی تاریخ میں پایا جاتا ہے۔ فرشتہ نمبر کے بین کے پہلو میں صحت  
 صحت اقرار کرتا ہے کہ شیخ ابوالفضل ابوالفتح بن ابی القاسم فرشتہ کہ صدور سے راست خدا سے  
 آگے ماوریں کتاب مندرجہ ذیل ابوالفضل کی یہ تاریخ نہایت صحیح تین جلدوں میں  
 ہے۔ جن میں دوا کے قریب معلوم ہیں اور شاید اُس سے پہلے اس مختصر زمانہ  
 کی ایسی مطلق تاریخ فارسی میں نہیں لکھی گئی ہوگا۔ لے نے جیمز ثانی بادشاہ انگلستان نے  
 دہ برس کا حال دو سال میں لکھا ہے جس ایک نظریہ آدمی نے کلمہ کے ترجمہ کا کر دیا تھا  
 کے دو قریب میں اس قدر عرصہ نہیں لگتا۔ قدر اس سے بیان میں۔ لیکن تاہم انصاف  
 یہ ہے کہ ابوالفضل کی تاریخ کا کل کی تاریخانہ نقطہ کی بھی جائے اور بہت بڑے  
 سوزنوں سے اُس کا مقابلہ کیا جائے تو نہ بہت سے اور بہت سی باتیں ہو سکتی ہیں۔  
 اس تاریخ کے لکھنے کے لئے اول اُس نے سادہ سادہ واقعات  
 جمع کرنے کی کوشش کی اور یہ کوئی عام سوزنوں کی کوشش نہ تھی کہ واقعات کی تحقیقات  
 تھی جس طرح پر تحقیقات ہوتی رہا ہے یا جو دیکھ دے اس نے زمانہ کا حال کہہ سکتا تھا اور وہ  
 باتیں خود اس پر گزرتی تھیں زیادہ تر ان میں کا بیان تھا اور سلطنت کی حکمت عملی  
 اور یہ بدول سے ابوالفضل سے زیادہ کون واقف ہو سکتا ہے۔ لیکن پھر بھی اُس نے  
 صرف اپنی ذاتی واقفیت اور رائے پر بھی ہر مرد نہیں کیا۔ وہ سلطنت کے ائمہ و اعلیٰ  
 عہدہ داروں اور سن رسیدہ آدمیوں سے طرح طرح کی باتیں پوچھتا تھا۔ اور ان کی بہت  
 چیزیں باتوں ہی پر گزرتی تھیں۔ بلکہ جو کچھ اُن کو بتانا ہوتا تھا اُس کو لکھوا دیتا تھا  
 اور تحقیقات میں اس قدر جب احتیاط کو کام میں لاتا تھا کہ میں محقول آدمیوں کے ایک  
 واقعہ کی نسبت تحریر کر لیا کرتا تھا اور وہ سب تحریریں لیکر ان کا مقابلہ کرتا تھا۔ ابوالفضل  
 کہتا ہے کہ چشم دید حال سے بیان کر کے دوا کی باتوں میں جو عجیب و غریب اختلاف نظر ملتا تھا

پہلی دفعہ صرف واقعات کا خیال کیا گیا تھا۔ اب اس کو ہر واقعہ کو سند و  
 سند سے لکھنا پڑا۔ اس میں بہت محنت کے بعد وہ کامیاب ہوا۔ اور اس کا  
 نسخہ آکر تاسک و دارہ تہ تیغ دیا اس ترتیب سے بھی ابو الفضل کا اطمینان نہ ہو سکا۔  
 بعد ایک اور طریقہ اس کے خیال میں آیا کہ جس عیسوی دفعہ اس نے پھر لکھا۔ کو  
 درج کیا۔ لیکن اس زمانہ تک اس وقت کے بڑے بڑے واقعات اور بڑے بڑے  
 شخص اس میں ایک اور اصلاح کی اور پانچویں دفعہ مرتب کیا یہ پانچواں انویشن  
 ہے۔ جو آج کل ہمارے پاس موجود ہے اور ملک میں شائع ہے۔  
 ایسے سند سے کم ہوا ہے۔ جنہوں نے اپنی کسی تصنیف کو اس  
 میں اضافہ یا نقصانی سے لکھا ہے اور اس کو بار بار دیکھتے اور درست کرتے اور  
 اصلاح دیتے سے اس میں شک ہے لیکن جس قدر کہ کتاب دنیا میں ہے اس قدر اس میں  
 باقی اس الزم کہ اس میں کچھ اور اضافہ ہو گا۔ اور اس میں کچھ اور اضافہ  
 ہو گا۔ لیکن اس میں کچھ اور اضافہ ہو گا۔ اور اس میں کچھ اور اضافہ ہو گا۔

کہ میں کدہ خیال کی پانی تیں لکڑی کی طرح ہی طرح لکھی گئی ہیں۔ سوغ ناما حالی نے ثابت کیا ہے کہ کلاستان ایک حصہ دراز میں نہایت غور و فکر سے لکھی گئی ہے۔ مکہ کے لئے اپنی تاریخ انگلستان ایک حصہ دراز میں لکھی ہے۔ اور ایسا ہی کارائل نے فریڈرک اعظم بلو شاہ جرمنی کی لائف لکھنے میں اپنی عمر اور طاقت کا بہت سا حصہ صرف کیا ہے۔ ایسا ہی ہوا بفضل نے نہ صرف تاریخ بخاری سے بلکہ زبان پر ظلم اور کبے کو کاٹے اس کتاب میں اپنی پوری تفسیر لیاقت کام میں لایا ہے اور اسی لئے وہ کہتا ہے کہ

”د قلم بر بخون دل آغشته ام کر تشے کم از نظم پشتمه ام“

ای لکڑی نامہ کے متعلق ضریر طور پر پائے تے ایک اور کتاب لکھی ہے جس نے لکڑی نامہ سے زیادہ شہرت پائی اور جس میں اس کو غالباً لکڑی نامہ سے زیادہ وقت میں لکھی اس کتاب یا تھمیکا نام آئیں لکڑی ہے۔ اس میں اس نے تمام ہندوستان کا جغرافیہ دیا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں لکھا گیا ہے اور عجیب بات ہے کہ امریکہ کے دریافت ہونے کا حال بھی لکھا ہے اور کہتا ہے فرنگی جنہوں نے اس پر قبضہ کیا ہے اس کو (عام ذاکتے ہیں) +

میں زمانہ کے زمانہ سے یہ جغرافیہ نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اس میں تمام ممالک متحدہ کی صورت میں غارت شکاری۔ محاصل زمین۔ صورتوں کے غرض اور زمین کی پیمائش۔ لگان۔ پیمائش اور بادشاہ کے اخراجات اور سلطنت کے مختلف سیخوں کا بیان ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے مختلف شہروں کی صنعت و حرفت و دستکاری۔ سوغوں کے مذہب ان کے خیالات۔ ان کی مقدس کتابوں و فلسفہ کے متفرق فرقوں کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے ہندوستان کے کسی مسلمان بادشاہ کے عہد کا نظام سلطنت و حکومت کا مشرقی حال معلوم نہیں ہے۔ آج کل کے زمانہ کی رائے کے مطابق اصلی تاریخ یہی ہے۔ کیونکہ اس میں تاریخ فرد و واحد یعنی بلو شاہ کے حالات و رعایا کے حالات اور طرز معاشرت پڑا رہا ہے۔ اور ہزاروں برس کے اس غلط خیال کو تک ایک ہی شخص (سلطان) سب کچھ ہے اور ایک کے علاوہ اور سب اس کا خیال نہیں کہ سوغ ان کا ذکر کر سکتے۔ باطل کیا ہے +

مگر بڑی گورخش کے عہد میں اس کتاب کی بہت قدر ہوئی۔ اور ۱۳۰۰ء میں سر فرانسس ٹیسن نے وارن اسٹون کے ذریعہ اس کے علم سے ترجمہ کے مرتب کیا۔

میں شائع کیا۔ اس کے بعد بہت سے لوگ اس کی تعریف کی۔ لیکن اس کی تائید کا کوئی شخص نہیں آیا۔  
 اس کی تعریف میں بہت سے لوگ اس کی تعریف کی۔ لیکن اس کی تائید کا کوئی شخص نہیں آیا۔  
 اس کی تعریف میں بہت سے لوگ اس کی تعریف کی۔ لیکن اس کی تائید کا کوئی شخص نہیں آیا۔

## ابو الفضل وزیر اور مدبر سلطنت

یہ بات انگریزی مؤرخوں میں مشہور ہے کہ ایشیا کے بلو شاہ ابر کی تلوار کی نسبت  
 ابو الفضل کے قلم سے زیادہ ڈرتے تھے۔ اس معجزہ کی اصل یہ ہے کہ جب عبداللہ شاہ اوزبک  
 والی حکمان کے پاس ابر کے فرمان جو ابو الفضل نے لکھے تھے پہنچے اور ابر کی پاس کے خلاف  
 ان کے جو جو مذکرے تھے ابو الفضل کے بر دست منطق کے سامنے پھل سکے۔ کیونکہ وہ مہر  
 کے تباہ میں سیکڑوں میلیں مثالیں اور جیتیں لکھتا تھا۔ اور شاہی فرمانیں اور نامے لکھنے  
 میں اس کا ایسا عالی اور اثر ڈالنے والا تھا کہ خود اس کے پڑھنے سے سلطنت ہند کی شوکت  
 سطوت اور طاقت کا رعب اٹھنے والا تھا۔ اور شاہوں پر پڑتا تھا۔ اور ان کے بارگاہ میں جو کچھ  
 اور قلم کر لے میں ابر سے دور تھا۔ لیکن ابو الفضل کے قلم نے اس کے دل میں جو کچھ  
 تھا لکھا کہ مجھ کو ابر کی تلوار سے ایسا خوف نہیں ہے جیسا کہ ابو الفضل کے قلم سے ہے۔

ہر کم وزیر ایسے ہوتے ہیں جن کی تعریف غیر ممالک کے بلو شاہوں سے اس کی تعریف  
 ابو الفضل کا ہمعصر فرانس کے وزیر تھیو بھی کچھ کم قدر چالاک اور ہوشیار تھا۔ اس کی نسبت  
 یہی ایک سیاسی و افغان بیان کیا جاتا ہے۔ جب اس کا پیرا نظم سیاست میں ہو اور اس میں  
 وہ کسی کی تعریف میں نہ لکھتا تھا کہ اسے فانا شلیہا کر دہ ہو تا تو میں اپنی نصف سلطنت  
 پر ہی منکر ہوتا۔ کچھ سے لیکھوں کہ دوسری نصف پر اس طرح حکومت کرتے ہیں لیکن  
 فرق ان دونوں کی ہوشیاری اور لیاقت میں نہیں بلکہ ان کی فطرت اور پیرا نظم  
 میں ہے۔ اس کی تعریف میں اس کی تعریف کی تھی کہ اس کی تعریف کی تھی۔ وہ تو ایک اور ہوشیار  
 تھا۔ لیکن اس کی تعریف میں اس کی تعریف کی تھی کہ اس کی تعریف کی تھی۔ وہ تو ایک اور ہوشیار  
 تھا۔ لیکن اس کی تعریف میں اس کی تعریف کی تھی کہ اس کی تعریف کی تھی۔ وہ تو ایک اور ہوشیار

یکساں برتاؤ کرتا تھا۔ اور رحم دلی۔ اور بے تعصبی میں بے نظیر تھا۔  
مسلمانوں میں ابوالفضل سے پہلے ایک ہندو درہم رکھ کوئی ایسا وزیر نہ ملتا تھا۔  
جس سے اپنے قلم کے روز سے وزارت کے درجہ اعلیٰ تک ترقی کی ہو۔ آں بویہ میں شہور  
و معروف حکمران ملی سنا تھا۔ جس کے وزارت کے پایہ کو اس کے علم و حسن سے ملتا بھی بیان  
نہیں کرتے۔ ایسا ہی ہندوستان میں ابوالفضل سے انشا اور تحریر کا ذکر ہمیشہ ہوتا ہے۔  
اور وزارت میں جو کچھ اس کو کامیابی ہوئی اس کو مدت کم آدمی جانتے ہیں۔ بڑے فضل  
کی تائید کا ذکر ہوتا ہے اور اس کی بادشاہت کا بیان کوئی نہیں جانتا۔

### سلطنتِ غزنویہ پر ابوالفضل کی پالیسی کا اثر

اگرچہ ابوالفضل ابھی دو ماہیں بڑا تھا کہ ابوبکر بن احمد نے دہلی کا تختہ پلٹا۔ لیکن  
یہ بات ابوالفضل کے وقت پر ہوئی کہ سلطنت کی تہ اور حدود سے اس سے بڑا یکساں  
بے پناہ چھپو لو برابر عہدہ نہ گئے۔ ابوبکر بن احمد کی مدت میں تمام سلاطین غزنیہ  
کے زمانہ میں شاہزادوں کے بعد کثرت سے پیدا ہوئے۔ نامور بنے۔ و عداوتی اور کدلی  
میں ہندو امرا اور ساجو تان کے راجہ مسلمان سلطنت قائم رکھنے سے بے رغبت ہو گئے۔ ہماؤں سے  
بھی ایک قدم آگے بڑھتے تھے۔ اس طرح پر سلطنت کی عمارت کی بنیاد ایک محکم چٹان پر قائم  
کی گئی۔ اور ایسا نظم سلطنت اختیار کیا گیا کہ سب عیال شاہ ہندوستان خوش رہیں۔  
یہ ابوالفضل ہی کی پالیسی کا نتیجہ تھا اور اسی کی کوشش کا ثمرہ تھا کہ ہندو ہندو  
کے وقت جھوٹے کے نیچے کھڑے رہتے اور جب تک بادشاہ کے دشمن (زیارت نہ کر لینے  
تھے کھانے پینے کو اپنے اوپر رام سمجھتے تھے۔ جب اس خشک مزاج۔ متشدد۔ باغیہ۔ انگریز  
غریب لیاقت کے مجھ سے لینے اور گننے سے جھوٹے میں بیٹھا۔ دشمن یا موقوف کیا تو کئی  
دن تک دہلیوں نے غل مچایا اور کھانا نہ کھایا۔

غرض جو پالیسی ابوالفضل نے قائم کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوالفضل کا قاتل جہانگیر  
اور شاہ جہاں ایک عرصہ بعد تک اس میں اقبال اور شان و شوکت سے سلطنت کرتے رہے۔ اور اگر  
وہی پالیسی نہ کی جاتی تو اورنگ زیب ایک مخالف پالیسی اختیار کرتا تو عجب عرصہ میں  
جس کسی غیر راجہ جہانگیر نامی شاہ جہاں ثالث یا عالمگیر خامس کے قبضہ میں ہو۔



نہی سبب سے کہ بعضی کے پاسی اور پر اکاں کے یادری سے لیکر ہندوں کے  
 جوگیوں اور مختلف فرقوں سے اتحاد رکھتا تھا۔ ہر مذہب بہ فرقہ و رس کے خیالات آدمی  
 اُس کے سامنے اکبر کے دربار میں وجود دیتے تھے۔ ایسے آدمی جس کا تعلق ہندوستان  
 میں چھوٹی نہیں ہوا وہاں ابوالفتح بلانی۔ وزیرِ مہتمم علیہ۔ شیخ۔ یونانی شرب  
 اور کول کے لکھنؤ والا احمد جیسے شیعہ و بدلتا اور بالون جیسے سنی۔ تیرہن جیسے سحرے اور  
 اور حق پور لوڈرل جیسے مشنم اور لایق ہب موجود تھے۔ اس لئے ضرور تھا۔ کہ  
 ابوالفضل ان پر اثر ڈالے اور ان پر پذیر ہو۔

لیکن اپنے طریق کے علاوہ یہ شائستگی لعنت کرتے تھے۔ وروہ کبھی ان کی مخالفت  
 میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتا تھا۔ اس سبب سے اس کا یہ تھا کہ اس کے باپ نوادر شاہ کو  
 ابتدا میں ان کے بارے میں نہایت سخت اپنا فہمی پڑی تھی۔ اور جن لوگوں نے اپنے اقتدار  
 کے ناز میں اس کے باپ قتل کا قتلے لاء دیا تھا اور اس کے گھر اور محلہ کو سلا کر کے اس  
 جنگل جنگل چھوڑ دیا تھا۔ لوگوں نے اس میں سزیم کی آزادی اور بات کے خلاف کیڑ بھا  
 رہتا تھا جس وقت اس واقعہ کو ان کو سنے اور بادشاہ نے مرنے والوں کی عزت  
 کبوں نہ بہم کر دے۔ لیکن چھوٹی بات نہ تھی۔ اس جیسے شخص کو جو اپنی تصانیف اور  
 صلح کل رضا اور تسلیم کے نہیں کر اور برابر روک تھامت سے استعمال کرتا تھا جیسا کہ  
 آج کل کے مصنف ہلام۔ قوم اور ترقی کے لفظوں سے اپنے مضامین میں آتے ہیں یہ بات نیا  
 نہیں ہے کہ اب ان کا خاص کردہ کے ساتھ بوجہ وجود اپنے عیب اور نقص کے اسلام کے انہی ہیں  
 اور جو کچھ کہتے ہیں اپنے نزدیک اسلام کے لئے کرتے ہیں۔ عداوت سے برتاؤ کرے۔ یہ بات  
 ان کی زندگی پر بہت برا رہتا ہے۔ انسان کی یہی پاک نیوں ہو جو اس پھر بھی عیبوں سے  
 اور کمزوریوں سے نہیں نکل سکتا۔

تاہم ابوالفضل جیسے مانوں کے ساتھ دشمنی نہ کرنا اس کا منتخب التوحہ کا محقق  
 عبدالقادر بلانی جو اس کی بڑا دشمن ہے اور جس نے اس کی اور اُس کے بے بھائی فیض کی جو  
 میں اور ان کے بی بی ثابت کرنے میں کوئی حقیقت نہ گناشت نہیں کیا۔ ایک ذہنی نقل کر سکتا ہے  
 جس میں ابوالفضل نے اپنے دشمن کی تعریف نہایت عرو و شوریٰ کی ہے اور بادشاہ سے اس کی  
 ہے کہ اس کی تعریف نہیں کر سکتا۔ اور اس کی تعریف میں اس کی تعریف کی ہے۔

ابوالفضل کی سوانح عمری



مکرمہ ہر اس شخص کی خدمت میں کی جاتی ہے جس کی نظر میں مجھ کو سعادت رکھیں ۔

## ابو الفضل کا مذہب اور دین الہی

اگرچہ علماء کے تعصب تندگی اور جس کے سبب ابو الفضل کو مولویوں سے بدعنوانی پیدا ہو گئی تھی کیونکہ وہ دیکھتا تھا کہ وہی شیخ فقہ الدینی مخدوم الملک جو علماء کا سرغنہ تھا اور دنیا میں سب سے اہم مقام پر تھی اس کے افلاس و تنگی سے زندگی بسر کرتا تھا اور جس سے خدا کی راہ میں مبارک کو اہل قدر تکلیف دی تھی جب ملاقات اس کے گھر میں سے کئی صندوق سونے چاندی کے ایشیوں سے بھرے ہوئے لکھے تھے لیکن اس بات کے باعث کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسلام کی عظمت اور بانی اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عظمت اس کے دل سے نکل گئی تھی بلکہ اس کے عقائد بہت سی شہادتیں پیش کر سکتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مرتعہ دہم تک اسلام کے اصولوں پر گراں بہہ اور نگر میں ہوا تھا۔ اس کے دشمنوں اس کے اسکا دینے ذات باری کے وجود کے انکار کا الزام لگا رہا ہے لیکن وہ بالکل غلط ہے۔ اس کے زیادہ کوئی مصنف خدا تعالیٰ کا نام اور ذکر اپنے کلام میں نہیں کرتا۔ اور یہ محاورے طور پر نہیں بلکہ التجارہ عامہ اور گراں گزرنے کے موقع پر ذکر وہ ٹھیکہ یا بدین یا اسلام سے لے کر ہوتا تو اس کی حالت اور عادت ایسی دھڑکی کہ ایک لمحہ بھی وہ اپنے خیالات ظاہر کرنے سے حوف کرتا۔ جب تک ایک شخص اپنی زبان سے اسلام کے حق پرچہ کا اقرار کرتا ہے یا اسلام کی صداقت کے خلاف اظہار نہیں کرتا تو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ اس کو دایہ اسلام سے خارج کریں اور اسلام کی تعداد میں ایک عدد کم کریں ۔

سورہ آناختنا کی تفسیر میں میں اس نے بادشاہ کی فتح کا بیان کیا ہے لکھتا ہے ۔

(۱) یا فارغ ابواب علوم و حکم      یا رافع اعلام ایاد و نعم

(۲) یقوتنا من فضلك المافرت      ملتنا من ملک مالا تعلم

اے علم حکمت کے دروازوں کے کھولنے والے۔ اے نعمتوں اور عطیوں کے چھڑانے والے ۔

(۳) جہاں ہم نہیں جانتے ہم کو کسے علم سے اس سے آگاہ کر جس بات سے ہم

بے خبر ہیں بے خبری سے اس کو آگاہ کر ۔

خدا کی تعریف کے لیے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں

(۳) ہر روح قبلا ایشیں اختیارات  
 (۴) اہل اہل من صاۃ الصلوۃ ضائع و باعین مال الملکات  
 اس وقت جس نے مخلوقات کی طرف ایک رسول بھیجی انات و مراد اُن کو  
 انہما لک فتحاب کے ساتھ بھیجے تو شجرہ یحییٰ ہم تیری تعریف کرتے ہیں +  
 (۵) روح کے لئے اُس کا خیال صورتوں کا ہم نہیں ہے آکھ کے لئے اُس کا  
 جلال مجسوں کا ہم سب +  
 (۶) خدا تعالیٰ اُس پر ہے مردہ کی جستشوں کا تحفہ جیسے۔ یہاں کے مذہبوں  
 سے بھی پتہ چلتا ہے +

اسی طرح ہر عہدہ حال ذریعہ حاکم تو ان کے حباب میں کہہ دے جو  
 ہندو یا ہے۔ اُس پر وہ سب سے بہتر کہوں شے وہاں سے کہنے سے پہچاننا ہے +  
 قویٰ ان اللہ ذوال قیوم ان الہی قد کمن  
 ما بکا اللہ۔ ازلہ و ازلہ من سات نور اسی اظہار  
 خدا بیٹے والا۔ فی جادو کرتا یا گیا۔ سب خدا اور رسول لوگوں کی نبیاں  
 سے نہیں بچے نور کی کیا حقیقت ہے +

لیکن سب سے بڑا الزام جو ابوالفضل پر ہو سکتا ہے وہ وہیں انہی کی خلاف  
 ہے۔ جاہل۔ صاف۔ اہل۔ بھولے اور نیک فطرت اکبر و چند درباریوں کے بل کر ایک  
 اوتار یا خلیفہ اللہ فی الارض بنایا۔ اور خفیہ خفیہ بہت سے درباری اس میں شامل  
 ہو گئے۔ ابوالفضل ہی انہیں لوگوں میں تھا۔ ابتدا میں یہ امر بہت مستند معلوم ہوتا  
 ہے کہ ابوالفضل جیسا لائق اور سچے دار آدمی ایسے مذہب کا جس سے زیادہ لغو و برباد  
 کوئی نہیں ہو سکتا ایک رکن اعظم سمجھا جائے۔ اگر عہد کوئی مذہب ایسا بنایا جائے۔  
 جس کے اصول پھر ہوں تو اس سے زیادہ پھر مذہب کوئی نہیں ہو سکتا۔ نکاح و نکاح  
 کرنا چاہئے۔ کیونکہ ضابطہ ایک ہے۔ سورا و شیر کے گوشت کا کھانا جائز ہے۔ کیونکہ  
 جادو و جادو میں۔ پیاز اور لہسن کھانا جائز نہیں۔ گائے کا گوشت حرام و حرام ہوا  
 خدا کا منظر میں۔ اس لئے ان کی پرستش کوئی لازم ہے۔ تناسخ و تراویح اور  
 خدا کا منظر میں۔ اس لئے ان کی پرستش کوئی لازم ہے۔ تناسخ و تراویح اور

رعایت سے سلام میں استعہل کر لی پانچ برس ۶۰۰ غز ۱۱۶۱ھ میں بیت آتش پرست ہنود کے ہمالس میں شامل تھے۔ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ محمد بنو ہمال کے کئے تھے۔ سب سے بزرگ یہ کہ باہ شاہ سلامت سے سزا دینے کا وہاں کے سر رہنما جس کو ان کو اس مذہب پر لائے تھے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ مذہب میں نہ تھا۔ تمام دی درباری اور راجہ پیر بل جیسے شخص کے لئے تھا۔ اور ان کے حق میں غنی و غریب اور کلمہ اور ان کی منگی پر نہ نسبت یا تھا جیسے ہاتھ کے سامنے نہ ڈونٹ کیلئے اور نہ کر کے تھے۔ اب ابو الفضل پر یہ اعتراض بہ نسبت کہ وہ کیوں ایسے مذہب میں شامل ہوا اور کہ کو ایسی حماقت میں پڑے کہ کافر اور نہ جاننا کہ ایداد تمام و ہمالیوں کو تمام دنیا میں کرا سلام بتائی کے بربر کو نہ سب عمری ان کی طاعت سے اور صحت تو نہیں کر سکتے لیکن علوم ہوتا ہے کہ انھوں نے جو حد سے ان کے مذہب بھی نہیں جانتا اس پر نشانہ تھا کہ انھوں نے اور ان کے مذہب سے باہر جان کر ان کو ایسا نظریے دیکھیں اور ہندوستان میں ایسے بد مذہب قومی اور ایک عداوت سے قومی سلطنت قائم ہوا کہ اور اس کی ولادت سلطنت بریں اور قوت اور قوت کے ادیبوں کو سلطنت کے کار و بار اور ان کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی پالیسی کو عمل میں لانے کے لئے طریقہ برتا چاہئے۔ اہل بار اور بادشاہ اگرچہ بہترین عالم اور اہل سلطنت کا کام دلائی سلطنت اور مذہب اسلام ہو۔ لیکن اس قسم کے مذہب کے واسطے ہی دور جو جانے جس سے ترقی و ترقی لینے ہندوؤں کے ہمارے اس تلوار ہے درمیان کی حد و نہایت شیریں خور ہو جائے ہمارے ہر کو جس بحث نہیں کہ فی الحقیقت یہ پالیسی کہ وہ ان لیکر اس میں شک نہیں کہ خود ابو الفضل نے آفریقا میں دیکھا کہ یہ مذہب ہمیں چل سکے اور ان کے یہ کوشش چھوڑ دی۔ بن ہمدانہ عقاید کا نام لے کر کیا ہے اور ابو الفضل نے پیش نہیں کئے تھے بلکہ وہ حق آدمیوں نے پیش کئے۔ ان کے نظریے کو جو کہ ابو الفضل بھی اسی کے کام لے رہے ہیں ان سے فرض کیا گیا کہ وہ بھی ان کو تسلیم کر لیں۔

یہودیوں کے ابو الفضل پر الزام

بعض یہودیوں نے ابو الفضل پر الزام لگایا ہے کہ اس کے



اسی میں سے وہ ایک جگہ لکھتا ہے۔ ولی کا نام، مہر دولہ متوطنانی سانی و تاجیصل  
 قوت حکمت نے عالی لائی یہی اس شرف، تحصیل جلال العلوم فی آوان الصغر منہی عن  
 فومض الفہوم دلائل فی فہمہ فصل اطلاق فی قصہ رسول المکلفا فاصل لرفع جدیدی  
 حاکم الشریع باقرا الذکر لہا بانی البانیہ باقتسام فی الشرح صدری و تزییدہ فی  
 رازی بن بعدین۔ جس حالت میں اس کی سلطنت کو زیادہ کی وہ میری بیابان  
 ہوا و میری ترقی اور نصرت کی امید میرے دل پر کیونکہ نہ اپنے افس۔ ایک ناز کی  
 پر کشتہ چہرہ ہی میں۔ میرے علموں سے رنگ پائی وہ زیادہ حوزہ ان کو بھجوتے کی  
 باجس سے بدگشت ہے۔ اور لیکہ کی قطع میں مطلب حاصل ہوتے ہیں و اس کی غلہ  
 سے کام لگتا ہے۔ پس حسب مراد شریع کے اہل سادہ و اور شریع رہ ہوں کے قتل  
 و زکوٰۃ کے سے نفع نہیں۔ لائی تو میری غلہ کی و زیادہ میری استاذ و خوشی  
 دیدہ ہوئی تھی۔ ہوا اب تو میری ہی یک حکم اس سے اس لڑکاں۔ اس میں جواب دیا ہے  
 کہ گاہ ہر گاہ پارتانی بعدت یہ کہ حوالہ لفظ زمانہ۔ میری زبیر۔ بہ شاہ صوبہ  
 ونسے تھانہ کہم چرا شکست خانیہ

## بواغیصل کی وفات

نایت فسوس کی بات ہے کہ جس نائن کو مقصد طرے نے لئے اس نے اپنی غفلت سے  
 اس قدر غمت و کوشش کی کہ اس نے اس وقت کے کاروبار انجام دینے میں ہمیشہ مصروف  
 رہتا تھا۔ اسی نائن و سہ ہفتہ اس نے سندو تھال کے اس سبب سے دیر عظم کو قتل  
 کر ڈالا۔ شاہزادہ سلیم، جہ بعد میں تو الدین جہانگیر کے لقب سے ہندوستان کا شاہنشاہ ۱۶۲۷  
 اور شاہنشاہی کے زمانہ میں سرکار چال دھال مازہ سلطنت کے مقابلہ میں نہایت خراب تھا۔ ہمیشہ سے  
 بغیر غفلت سے علی آتی تھی۔ اس میں اس کے وجہ بات بیان کرنا ہمارے مقصود کی وجہ سے  
 ہے۔ سلیم نے اس پر بھڑا کر اس سے بغاوت کی تھی اور غالباً ابوالفضل نے اپنی بغاوت کو سلطنت کے عہد  
 میں اس کے خلاف طرفہ کی تھی۔ اس پر کہ اس کی مصلحت تھی وہ اس زمانہ میں فرنگ کے اموات  
 کے خلاف اس کے عہد میں اس کے عہد میں اس کے عہد میں اس کے عہد میں اس کے عہد میں اس کے عہد میں  
 اس کے عہد میں اس کے عہد میں اس کے عہد میں اس کے عہد میں اس کے عہد میں اس کے عہد میں

چالیس تین سو روپے کو کھنکھار کر دیا اور اس کے روزانے ترکہ جہانگیر کی  
 ایک بیٹی مرزا دینی خاں کے چھپانے کی کوشش کی ہے اس وقت شاہزادہ دینی خاں نے  
 کہ بادشاہ کو بغض کیا کہ وہ کھانے ایک بیباک ذواق راجہ نرسنگھ پور سے بغض کے قتل  
 کیا اور دینے ہمیشہ قزاقوں کے ساتھ ایک ساتھ ایک نظم میں بغض پسند پڑا۔ راجہ اس وقت  
 تک بیچ بیکچہ فائدہ موقع موجود تھا اور اس کے برادر کے لئے جانے کے لئے اس نے بھیج دیا  
 یہ کہ مقابلاً آئے جہاں یہ شہنشاہ سے دستار کا نذر پیش ہوا ایک نئے ترقی کے مقابلہ  
 یہ حال سکنا اور اس طرح اس نے اس خیال کو جاننے کے لئے باطل کر دیا کہ عالم آدمی چلے  
 علی قدر شہادت میں کر سکتے۔ اس کے ساتھ اور بہت سی باتیں کہتے ہیں۔ آخر  
 اور اس نے خود بخوبی غمی ہو کر قتل سے تیار ہوا۔ اس وقت تک شہنشاہ نے اس سے کہنا  
 سے اس کا رخایا اور اس وقت کو کہ عاجزی کے ساتھ یہ بغض کے خلاف اس رشتہ خیز  
 شہنشاہ کے حکم کی تعمیل کی ہے میرا کچھ تصور نہیں رہو گے۔ بعد اس کے اور لائق  
 شخص سے پہنچا اور میں ۵۶ برس کی عمر میں اس چان سے کوچ کیا۔ پھر اس شخص کا نام کے  
 لکھنے سے شرم اور غصہ نہ کا پتا نہ اس کا رکنا کر چھائیے۔ اس سے اس جہاں لیا۔

## ابو الفضل کی خصات

ابو الفضل کی خاصات اس کے ابو الفضل کی خاصات اس کے ابو الفضل کی خاصات اس کے  
 اس کی ترقی کی وجہ اس کی ذاتی کوشش تھی اور یا تو وہ تربیت سے بڑا لائق بنائی ہوئی  
 کی داشت کر کے بعد وہ دیگر علم کو درجہ تک پہنچا اس کو اپنے اس کی تعلیم و تربیت میں  
 کوشش نہ تھا۔ اس کی تعلیم و تربیت۔ اس کی تعلیم و تربیت۔ اس کی تعلیم و تربیت۔  
 اس میں نمانت اور تندرہ پر پختہ کی ایسی قابلیت پیدا کی تھی کہ وہ دسویں صدی  
 اور سولہویں صدی عیسوی کی حلقہ نہ معلوم ہوتا تھا بلکہ قدیم زمانہ کا یونانی حکیم تھا۔  
 اور اسی لئے اس نے ہر معصوم کو یونانی مشرب کہتے تھے۔ جو لوگ اس کے گرد تھے ان  
 میں سے کسی کے منہ نہ تھا۔ بلکہ اس کی عادتیں اس کے لائق اور عالم بھائی فیضی سے بھی  
 نہ ملتی تھیں۔ اگر سے اس کو اور اگر کو اس سے ایک شخص قسم کا اتحاد اور اس شخص میں  
 اتحاد نہ تھا۔ کچھ ذکر نہیں۔ یہ ملہا یہاں اس کے آدمیوں کی تعلیم کرتے تھے۔

کے غضب آدمی اس سے نفرت کرتے تھے۔

ایک نندہ اور قائم رشتہ دینیم اضا کا جو ہمیشہ لوگوں کے کاموں کو سنوارتا رہتا ہے۔  
اس کو ہمیشہ خیال تھا اور ساری وجہ سے وہ اپنے فرائض منصبی کو نہایت زیادتی سے انجام  
دیتا تھا۔ قتل کے سال جب اس کو دکن کے پولیٹیکل معاملات کے تصفیہ کے لیے بھیجا گیا  
تو خاندیس کے بادشاہ نے جو ایک طرح سے اس کا قریبی رشتہ دار تھا اس کے پاس جیسا کہ بتو  
ہے کچھ قیمتی تحفے بھیجے۔ ابو الفضل نے اس خیال سے کہ ان کے قبول کرنے سے مسلمان ملک  
کے تصفیہ کرنے میں اس کی سائے پر اڑ پڑے گا وہ تحفے واپس کئے۔ اور لکھا کہ اگر ان تحفوں سے  
یہ منشا رہے کہ میں تمہاری رعایت کروں تو یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ اگر صرف دوستی کا  
اتھار اور استحکام تھا تو میں پہلے ہی سے تمہارا صادق دوست ہوں۔ اور بادشاہ کی  
عنایت سے مجھ کو ایسی چیزوں کی حاجت ہی نہیں۔ اس لیے غلہ کے سلسلہ میں جو لوگ اس سے ملے  
اس کی مخالفت اور ہمالیہ شہر ہستی سہراہل علم جو اس کے پاس جاتا تھا وہ اس کے  
ساتھ کچھ نہ کچھ سلوک ضرور کرتا تھا اور ہزاروں آدمی اس کی سفارش سے نوکری کرتے تھے۔  
جانے سے کچھ دن پہلے انگریز کی آنکھوں میں اس نے اپنی حالت اس طرح پر بیان کی ہے :-  
"اگرچہ مبارک کہ میں، ابو الفضل پرستخواروں کا گروہ پڑتا ہے اور لوگ اس  
کی حالت سے حیرت حاصل کرتے ہیں۔"

"مختارہ نفرت کے ہنگامے اس کے سبب گرم ہیں لیکن چونکہ اس کو پہچانتے ہیں اور بات کی کوئی نہ  
ہیں اس کو بالخصوص (صلح کل) کہتے ہیں۔ درخت خاص بندوں میں سمجھتے ہیں۔"  
"بادشاہ ہمیشہ ابو الفطرت کہتے ہیں۔ جو لوگ ہندو اور ولی ہیں اس کو ابو الامت کہتے ہیں۔"  
اور کچھ دیر سمجھتے ہیں۔"

"دوسرے بادشاہ ہندو ہی اس کو اس خاندان کے منتوب آدمیوں سے سمجھتے ہیں۔"  
"دوسرے تیز زبان دنیا کا کہتے ہیں اور دنیا کے گروہ میں آجانبہ الا خیال کرتے ہیں۔"  
"دوسرے کہ آدمی اس کو گروہ الحاکم جو اسی کہتے ہیں اور ماسٹریٹ کے محلیس

## شرح غری ملا و پیرانہ

یہ کتاب میں غری ملا و پیرانہ کے بارے میں تفصیلات دی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مصنف کا نام غری ملا ہے۔

## ملا و پیرانہ

یہ کتاب میں غری ملا و پیرانہ کے بارے میں تفصیلات دی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مصنف کا نام غری ملا ہے۔

## شرح غری ملا و پیرانہ

یہ کتاب میں غری ملا و پیرانہ کے بارے میں تفصیلات دی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مصنف کا نام غری ملا ہے۔

## حیات نور پور

یہ کتاب میں غری ملا و پیرانہ کے بارے میں تفصیلات دی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مصنف کا نام غری ملا ہے۔

## غری ملا و پیرانہ

یہ کتاب میں غری ملا و پیرانہ کے بارے میں تفصیلات دی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مصنف کا نام غری ملا ہے۔

## عالمگیر

یہ کتاب میں غری ملا و پیرانہ کے بارے میں تفصیلات دی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مصنف کا نام غری ملا ہے۔



# حیات فردوسی

فردوسی ہوتا تھا فردوسی بی سوانحوں میں نہ آیا نہ اس کی مائت و نامی نہ سمجھا۔ سرکہ مرزا قاجار نے  
نے بڑی کھیں و سنت سے لکھ کر دیت

## نالیج لید

ہے تھلا بہت اللہ بی بہت سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار  
تہ لکھ کر دیت سے سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار  
سلف تھلا سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار

## میاں غفران الدین قاجار

یہ دو قلمی لکھ کر دیت سے سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار  
در شاہکار لکھ کر دیت سے سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار

## عربی پائش

قلمی لکھ کر دیت سے سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار  
موس کی لکھ کر دیت سے سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار

## سیاست پائش

سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار  
تبع لکھ کر دیت سے سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار

## بہت سعدی

عقربا شمع سے دیر لکھ کر دیت سے سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار  
نظم دیکھ کر دیت سے سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار

## سمرت کی لائف لکھ کر دیت

یعنی دیکھ کر دیت سے سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار  
میں لکھ کر دیت سے سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار  
سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار  
بلات ہندوستان کو دیا ہے کہ بی بی قریب میں سے دیکھ کر دیت سے سوار سوار سوار سوار  
کی لکھ کر دیت سے سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار

تھلا

نشی فضل الدین لکھ کر دیت سے سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار سوار





